شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

صدر احرار شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ

(یکم جون ۱۸۹۷ء ــــ ۲۱؍جون ۱۹۶۷ء)

ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرارِ اسلام کے بانی رہنماؤں میں سے تھے۔ ۱۹۲۹ء میں مجلس احرارِ اسلام کے ساتھ جدوجہدِ آزادی کا کٹھن سفر شروع کیا اور ۲۱؍جون ۱۹۶۷ء کو سفر آخرت پر روانہ ہونے تک وہ احرار کے ساتھ وابستہ رہے۔ آغا شورش کاشمیری مرحوم بھی احرار میں اُن کے ہم سفر رہے۔ شیخ صاحب مرحوم کے انتقال پر ''ہفت روزہ چٹان'' میں اُن کا یہ تاثراتی مضمون شائع ہوا۔ اس میں واقعاتی جھلک بھی ہے اور تاریخ کی بازگشت بھی۔ (مدیر)

۲۱؍جون کو چھے بجے صبح مجلس احرار اسلام پاکستان کے صدر شیخ حسام الدین واصل بحق ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت ان کی عمر ۷۱ اور ۷۲ برس کے درمیان تھی۔ مرحوم ایک زمانہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔ آخر پیمانہ عمر لبریز ہوگیا۔ ۲۰؍جون کی شام کو گھر سے نکلے، اپنے ایک دوست کے ہاں گئے لوٹے تو نبض کا توازن ٹوٹ رہا تھا۔ ٹھہری ہوئی بیماری نے قدم اٹھایا ایک بجے شب اعزہ میوہسپتال میں لے گئے، چھے بجے صبح دم توڑ دیا اور اس طرح قربانی وایثار، جرأت واستقامت اور حوصلہ واعتماد کا ایک باب ختم ہوگیا۔

شیخ صاحب نے جس دور میں سیاسیات کا سفر شروع کیا اِس دور کو اس کا اندازہ ہی نہیں۔ کیا لوگ تھے وہ، جو برطانوی استعمار کے خلاف سر پہ کفن باندھ کر نکلے تھے اور کیا زمانہ تھا کہ اس آزادی کے حصول کی نیو رکھی گئی۔ شیخ صاحب اس عظیم قافلہ کے برگزیدہ رہنماؤں کی یادگار تھے۔ ان کا وجود ان تحریکوں کا سرمایا تھا جنھیں اس زمانے کے لوگ پہچانتے ہی نہیں، وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا دل اسلام کے لیے دھڑکتا رہا۔ اب وہ افراد رہے نہ جماعت اور نہ وہ دل ہی رہے نہ دھڑکیں! اس دور میں بہت کچھ ہے لیکن وہ لوگ نہیں جن کے پہلو میں دھڑکتا ہوا دل ہو، آزادی کا ولولہ ہی جاتا رہا ہے۔ پرانی قدری بدل گئی ہیں اور ان کی جگہ جو نئی قدریں پیدا ہوئی ہیں ان کا حدود اربعہ ہی مختلف ہے۔

سوال شیخ حسام الدین کا نہیں یہ لوگ تو اب جا رہی رہے ہیں۔ ایک آدھ چراغ کسی گمشدہ طاق پر جل رہا ہے تو موت کی صرصر اسے بھی بجھا دے گی۔ اصل سوال اس روایت کا ہے جس کو ان لوگوں نے اپنے خونِ جگر سے پیدا کیا اور جس کے اداشناسوں سے یہ زمانہ خالی ہو چکا ہے۔ ان لوگوں کو اسلام کو گزند پہنچا یہ ماہی بے آب ہوگئے، آج اسلام تفسیروں کی زد میں ہے۔ قیادت کی کلاہ ان لوگوں کے سر پر بندھی ہوئی ہے جن کی سیاسی پیدائش اتفاقی اور حادثاتی ہے۔ جنھیں معلوم ہی

نہیں کہ جس آزادی سے وہ متمتع ہو رہے ہیں اس کا خمیر کن لوگوں کے خون سے تیار ہوا تھا۔

زمانہ نیا، داستانیں نئی

شیخ صاحب اور ان کے ہمرائیوں کو جس زمانہ سے اب گزرنا پڑا حقیقتاً وہ زمانہ ان کے لیے نیا تھا اور وہ اس زمانے کے لیے پرانے تھے۔ دونوں میں سنگم نہ ہو سکا، زمانے کی بے بصری اور ان کی تیز قدمی میں تصادم رہا۔ نتیجتاً سیاسیات کے اس بیاباں میں وہ اجنبی ہو گئے۔ نئی پود کے لیے بھی وہ اجنبی ہی تھے۔ کوئی نہیں جانتا وہ کیا تھے اور ان کے جنون وشوق کی وسعتیں کہاں تک تھیں۔ ان کا زمانہ پہلے مر گیا، انھوں نے بعد میں وفات پائی۔

(تلخ نوائی معاف) آزادی کے بعد اقوام وملل کے حوصلے صیقل شمشیر ہو جاتے ہیں لیکن ہمارے یہاں حوصلے دولخت ہو چکے بلکہ ان کی خاکستر اُڑ رہی ہے۔ لوگ شراروں سے ڈرتے اور سایوں سے بھاگتے ہیں، زمانہ تھا کہ لوگ آگ میں کودتے اور کلمۃ الحق کی پشتیبانی کرتے تھے۔

شیخ صاحب کا سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ بڑے ہی بہادر انسان تھے۔ پندرہ بیس برس میں ان کا سارا قافلہ منتشر ہو گیا۔ چودھری افضل حق بہت پہلے اللہ کو پیارے ہو گئے، چودھری عبدالعزیز بیگو والیہ کو قضا کھا گئی۔ آزادی کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن (لدھیانوی) رخصت ہوئے، سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو بلاوا آ گیا، قاضی احسان احمد جواں مرگ ہو گئے اور شیخ صاحب؟

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

اس گئے گزرے دور میں بھی پرانا دم خم باقی تھا۔

حسین شہید سہروردی کے ساتھ عوامی لیگ میں ہو گئے، ایک دن سہروردی صاحب نے ان سے کہا:

''شیخ صاحب سکندر میرزا (تب صدر مملکت) کو احرار کے بارے میں غلط فہمی ہے، میں نے کوشش کی ہے کہ اس کا ذہن صاف ہو جائے لیکن آپ کی اس سے ملاقات مفید ہو گی۔''

غرض شیخ صاحب اور ماسٹر تاج الدین انصاری، اسکندر میرزا سے ملاقات کے لیے گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں گئے، اسکندر میرزا اپنے صدارتی جاہ وجلال کے ساتھ برآمد ہوا اور شاہانہ بے نیازی کے ساتھ فروکش ہو گیا۔ ڈاکٹر خان صاحب صوبہ (مغربی پاکستان) کے وزیر اعلیٰ ہمراہ تھے۔ سہروردی نے میرزا سے کہا:

''دونوں احرار رہنما شیخ صاحب اور ماسٹر جی آئے ہیں''

میرزا نے حقارت سے جواب دیا:

''احرار، پاکستان کے غدار ہیں''

ماسٹر جی ٹھنڈی طبیعت کے مالک کہنے لگے:

''غدار ہیں تو پھانسی پر کھنچوا دیجئے لیکن الزام کا ثبوت ہونا چاہیے۔''

اسکندر میرزا نے اسی رعونت سے جواب دیا۔

''بس میں نے کہہ دیا کہ احرار غدار ہیں۔''

ماسٹر جی نے تحمل کا رشتہ نہ چھوڑا لیکن اسکندر میرزا نے سرکش گھوڑے کی طرح پٹھے پر ہی ہاتھ دھرنے نہ دیا وہی ژاژ خائی۔

شیخ صاحب نے غصہ میں کروٹ لی میرزا صاحب کیا کہا آپ نے؟

میں نے؟

جی ہاں!

احرار پاکستان کے غدار ہیں میرزا نے مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔

شیخ صاحب کہاں رکتے، گورنمنٹ ہاؤس، گورنر موجود، وزیر اعلیٰ موجود، وزیر اعظم موجود، صدر مملکت کی بارگاہ میں فوراً جواب دیا:

''احرار غدار ہیں کہ نہیں؟ اس کا فیصلہ ابھی تاریخ کرے گی۔ تمھارا فیصلہ تاریخ کر چکی ہے کہ تم غدار ہو، تمہارے جدامجد میر جعفر نے سراج الدولہ سے غداری کی تھی۔ تم اسلام کے غدار ہو۔''

ڈاکٹر خان صاحب نے شیخ صاحب کو آغوش میں لیا اور اسکندر میرزا سے پشتو میں کہا:

''میں نے تمھیں کہا تھا ان لوگوں کے ساتھ شریفانہ لہجے میں بولنا، یہ بڑے بے ڈھب لوگ ہیں۔''

ظاہر ہے کہ بلی ایک ہی جھٹکے میں سپر انداز ہو جاتی ہے۔ یکا یک اس کا لب ولہجہ ہی بدل گیا۔ اور یہ تھے شیخ حسام الدین، افسوس کہ جرأت و مردانگی کی تمام تصویریں یکے بعد دیگرے ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں۔ آمین۔

(چٹان، ۲۶؍جون ۱۹۶۷ء)